مقالات

جناب غازی عزیر۔ سعودی عرب
قسط (۲)

عقیقہ اور اس کے احکام

عقیقہ پر سلف وصالحین کا عمل

تمام مستند احادیث اور روایات کے مطالعہ سے یہ بات وثوق کی حد تک پہنچ جاتی ہے کہ عہدِ نبوی ؐ اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے ادوارِ خلافت میں تمام صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمہم اللہ کا اس سنّت پر عمل رہا ہے۔ بعد کے ادوار میں بھی تمام اہلِ علم اور عامل بالحدیث طبقہ میں اس سنّت پر سختی کے ساتھ عمل کیا جاتا رہا ہے، نیز اس پر خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل کرنا اور آج تک اس پر تواتر کے ساتھ عمل ہوتے چلے آنا بذاتِ خود اس کی مشروعیت کی واضح دلیل ہے۔

عقیقہ کی شرعی نوعیت پر فقہاء کی آراء

اس امر میں فقہائے اسلام کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے کہ عقیقہ کی شرعی نوعیت یا حیثیت کیا ہے؟ مشہور مسالک میں سے اہلِ حدیث (سلفی)، شافعی، حنبلی، اور مالکی مسلک کے پیرو عقیقہ کی مشروعیت کو تو تسلیم کرتے ہیں لیکن بعض اس کی شرعی نوعیت کی تعیین میں اختلاف رکھتے ہیں۔

ائمہ مجتہدین کا ایک گروہ جو عقیقہ کے سنّت اور مستحب ہونے کا قائل ہے، اس میں امام مالک، اہلِ مدینہ، امام شافعی اور ان کے اصحاب، امام احمد، امام اسحاق، امام ابو ثور، علمائے اہلحدیث اور فقہ وعلم واجتہاد کے کبار علماء کی ایک بڑی جماعت شامل ہے (رحمہم اللہ تعالیٰ)

ؔلہ مؤطا امام مالک میں مذکور ہے: "جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور عروۃ بن زبیر تابعی رحمہ اللہ اپنی اولاد کا عقیقہ کیا کرتے تھے۔" اور مؤطا امام محمد کے حاشیہ پر یہ تصریح موجود ہے کہ:

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عقیقہ کیا کرتے تھے۔"

(تعلیق الممجد حاشیہ مؤطا امام محمد طبع کراچی ص ۲۹۱ حاشیہ ۲)

فقہاء کا ایک دوسرا گروہ جو عقیقہ کی تحتیم اور وجوب کا قائل ہے، اس میں امام حسن بصریؒ، امام لیثؒ، امام ابن سعدؒ وغیرہ شامل ہیں اور امام ابن حزمؒ تو عقیقہ کو فرض قرار دیتے ہیں[1]

فقہاء کا ایک تیسرا گروہ وہ ہے جو سرے سے عقیقہ کی مشروعیت کا قائل ہی نہیں ہے۔ اس گروہ میں فقہائے حنفیہ کا شمار ہوتا ہے۔

عقیقہ کے سنت و مستحب ہونے کے شرعی دلائل

عقیقہ کے سنت و مستحب ہونے پر بہت سی احادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم شاہد ہیں۔ مثلاً:

۱۔ "مَنْ وُلِدَ لَهُ وَلَدٌ فَأَحَبَّ أَنْ يَنْسُكَ عَنْهُ فَلْيَنْسُكْ عَنِ الْغُلَامِ شَاتَيْنِ وَعَنِ الْجَارِيَةِ شَاةً" (سنن ابی داؤد کتاب الاضاحی وسنن النسائی کتاب العقیقہ واسنادہ جید)

"جس کے ہاں بچہ پیدا ہو اور وہ اس کی طرف سے ذبیحہ کرنا چاہے تو لڑکے کی جانب سے دو بکریاں اور لڑکی کی جانب سے ایک بکری ذبح کرے۔"

۲۔ "مَنْ وُلِدَ لَهُ وَلَدٌ فَأَحَبَّ أَنْ يَنْسُكَ عَنْ وَلَدِهِ فَلْيَفْعَلْ" (موطا امام مالکؒ کتاب العقیقہ واسنادہٗ ضعیف)

"جس کے ہاں بچہ پیدا ہوا اور وہ اپنے بچہ کی جانب سے ذبیحہ کرنا چاہے تو کرے۔"

۳۔ "مَعَ الْغُلَامِ عَقِيقَةٌ فَأَهْرِيقُوا عَنْهُ دَمًا وَأَمِيطُوا عَنْهُ الْأَذَى" (صحیح بخاری)

۴۔ "كُلُّ غُلَامٍ رَهِينٌ بِعَقِيقَتِهِ تُذْبَحُ عَنْهُ يَوْمَ سَابِعِهِ وَيُحْلَقُ وَيُسَمَّى"

(سنن ابی داؤد وترمذی ونسائی وابن ماجہ وغیرہا بالاسانید الصحیحہ)

ان تمام روایات سے عقیقہ کا استحباب ثابت ہوتا ہے۔

---

[1] ملاحظہ ہو ماہنامہ محدث لاہور ج ۱۳ عدد ۱۱ ص ۱۹

عقیقہ کے واجب ہونے کے دلائل اور ان کا علمی جائزہ

جو فقہاء عقیقہ کی تحتیم اور وجوب کے قائل ہیں، ان کے دلائل حسب ذیل ہیں:

۱۔ بریدہ اسلمیؓ کی مذکورہ روایت کہ:

"إِنَّ النَّاسَ يُعْرَضُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَى الْعَقِيقَةِ كَمَا يُعْرَضُونَ عَلَى الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ" [۱]

عقیقہ کے وجوب پر استدلال کرتی ہے۔

۲۔ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کی روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے:

"كُلُّ غُلَامٍ رَهِينَةٌ بِعَقِيقَتِهِ" (رواہ اصحاب السنن) ——— اور بعض روایات میں یہ الفاظ ہیں: "اَلْغُلَامُ مُرْتَهَنٌ بِعَقِيقَتِهِ" ——— ان روایات کے الفاظ "رَهِينَةٌ" اور "مُرْتَهَنٌ" عقیقہ کے وجوب پر دلالت کرتے ہیں۔

۳۔ حضرت سلمان بن عامر الضبی کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی حدیث کے الفاظ: "مَعَ الْغُلَامِ عَقِيقَةٌ" (رواہ البخاری) بھی وجوب کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

۴۔ اگر والدین بچہ کی طرف سے عقیقہ کریں تو بچہ اپنے والدین کی شفاعت پر محبوس و مامور ہے ——— یہ امر بھی عقیقہ کے وجوب کا متقاضی ہے۔

جو فقہاء کرام عقیقہ کے وجوب کے قائل نہیں ہیں، وہ ان دلائل کے حسب ذیل جواب دیتے ہیں:

۱۔ اگر عقیقہ کرنا واجب ہوتا تو اس کا وجوب دین و شریعت سے معلوم ہوتا۔

۲۔ اگر عقیقہ واجب ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمت پر اس کا وجوب کافی اور واضح طریقہ پر بیان کیا ہوتا۔

۳۔ اگر عقیقہ واجب ہوتا تو اس پر حجیتِ قطعی موجود ہوتی اور اس کا وجوب صرف عذرِ شرعی کی موجودگی میں منقطع ہوتا۔

۴۔ اگر عقیقہ واجب ہوتا تو عذرِ شرعی کی عدم موجودگی میں ترک کیا جانے والا عقیقہ گناہ کا سبب ہوتا، حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

۵۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خود عقیقہ کرنا اس کے وجوب کے بجائے استحباب

(۱ـہ برصفحہ آئندہ)

پر دلالت کرتا ہے۔

۶۔ احادیثِ نبوی کے الفاظ " رَهِينَةٌ "، " مُرْتَهَنٌ "، " مَعَ الْغُلَامِ عَقِيقَةٌ " اور " النَّاسُ يُعْرَضُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَى الْعَقِيقَةِ " وغیرہ عقیقہ کے وجوب کے بجائے اس کے استحباب پر دلالت کرتے ہیں۔

۷۔ عقیقہ کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مشہور حدیث مَنْ وُلِدَ لَهُ وَلَدٌ فَاَحَبَّ اَنْ يَنْسُكَ عَنْهُ فَلْيَنْسُكْ الخ " اور " مَنْ وُلِدَ لَهُ وَلَدٌ فَاَحَبَّ اَنْ يَنْسُكَ فَلْيَفْعَلْ " کے یہ الفاظ بھی عقیقہ کے مستحب ہونے پر واضح دلیل ہیں۔

عقیقہ کی مشروعیت کے انکار کی بنیاد اور اس کا علمی جائزہ

جو فقہاء عقیقہ کی مشروعیت کے قائل نہیں ہیں، ان کی حجت و دلائل یہ ہیں:

۱۔ عمرو بن شعیب کی حدیث، جسے انہوں نے اپنے والد سے اور انہوں نے ان کے دادا سے نقل کیا ہے کہ:

"انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیقہ کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا:

" لَا اُحِبُّ الْعُقُوقَ " (رواہ البیہقی ص ۳۰۰)

" عقیقہ مجھے پسند نہیں ہے۔"

۲۔ ابی رافع کی حدیث کہ جب حسن بن علی کی والدہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ان کا عقیقہ دو مینڈھوں سے کرنے کا ارادہ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:

" لَا تَعُقِّي وَلٰكِنِ احْلِقِي رَأْسَهُ فَتَصَدَّقِي بِوَزْنِهِ مِنَ الْوَرِقِ ثُمَّ وُلِدَ حُسَيْنٌ فَصَنَعَتْ مِثْلَ ذٰلِكَ "

(مسند احمد ص ۳۹۶/۶)

"عقیقہ نہ کرو مگر اس کا سر مونڈ دو اور اس کے بال کے وزن کی مقدار میں چاندی

حاشیہ ۲۵) لیکن یہ حدیثِ نبوی نہیں بلکہ قولِ صحابی ہے اور پھر اس کی سند میں صالح بن حیان متروک الحدیث ہے (ادارہ)

صدقہ دو۔ پھر جب حسینؓ کی ولادت ہوئی تو میں نے اسی کے مطابق عمل کیا۔"

عقیقہ کی مشروعیت کے منکرین کے ان دلائل کا جواب محققین اس طرح دیتے ہیں کہ:

"وہ احادیث جن سے عقیقہ کی مشروعیت کے انکار پر استدلال کیا جاتا ہے، ان کی کوئی حقیقت نہیں اور وہ کچھ بھی نہیں ہیں۔ اس انکار کی کوئی دلیل بھی صحیح نہیں ہے۔ بلکہ تمام دلیلیں اپنے ظواہر کے اعتبار سے عقیقہ کے سنت و مستحب ہونے کی تائید و تاکید ہی ثابت کرتی ہیں لہٰذا جمہور فقہاء۔ اور اکثر اہلِ علم و اجتہاد اسی طرف گئے ہیں۔"

جہاں تک عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے مروی حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ " لَا أُحِبُّ الْعُقُوقَ " کا تعلق ہے تو اس حدیث کا سیاق اور اس کے ورود کے اسباب اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ عقیقہ قطعاً سنت و مستحب ہی ہے۔ حدیث کے سیاق و سباق کے الفاظ ملاحظہ ہوں جو اس طرح ہیں: "عقیقہ کے متعلق جب ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ "مجھے عقوق پسند نہیں ہے۔" آپؐ نے ایسا اس لیے فرمایا تھا کیونکہ آپؐ کو یہ نام ناپسند تھا یعنی ذبیحہ کو عقیقہ کہنا[1] پھر لوگوں نے دریافت کیا کہ "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ہم میں سے جب کسی کے ہاں کوئی بچہ پیدا ہو تو اس کا کیا حکم ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا:

"مَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ يَنْسُكَ عَنْ وَلَدِهٖ فَلْيَفْعَلْ عَنِ الْغُلَامِ شَاتَانِ مُكَافِئَتَانِ وَعَنِ الْجَارِيَةِ شَاةٌ"

یعنی "تم میں سے جو اپنے بچے کی طرف سے ذبیحہ کرنا چاہے وہ لڑکے پر ایک جیسی دو بکریاں اور لڑکی پر ایک بکری ذبح کرے۔"

اس حدیث کے ظواہر سے فقہاء کے ایک گروہ نے لفظ "عقیقہ" کا "نسیکہ" سے استبدال پر استدلال کیا ہے اور یہ بتایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو "عقیقہ" نام ناپسند تھا لیکن فقہاء کا ایک دوسرا گروہ اس رائے سے اتفاق نہیں کرتا۔ اور اس نا اتفاقی کی وجہ وہ بہت سی احادیث بتاتا ہے جن میں اس موقع کے ذبیحہ کا نام "عقیقہ" خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بلا اظہارِ کراہت مروی ہے۔ علماء کا ایک تیسرا گروہ ان دونوں آراء کے مابین اتحاد و اتفاق کی صورت یہ پیش کرتا ہے کہ اس موقع کے ذبیحہ کے لیے

[1] کیونکہ "عقوق" کا معنی "نافرمانی" بھی ہے۔

"عقیقہ" اور "نسیکہ" دونوں ناموں کا استعمال درست اور صحیح ہے، لفظِ "نسیکہ" استعمال کرنا اگرچہ بہتر ہے، لیکن حکم بیان کرنے یا وضاحت یا مراد و مقصد کے اظہار کے لیے "عقیقہ" کا لفظ استعمال کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے اور یہ طریقہ احادیث نبویؐ کے موافق بھی ہے۔

اور جہاں تک منکرینِ مشروعیتِ عقیقہ کی دوسری دلیل یعنی ابی رافع کی حدیث کے الفاظ "لَا تَعُقِّيْ وَلٰكِنِ احْلِقِيْ رَأْسَهٗ ..... الخ" کا تعلق ہے تو فی الحقیقت اس روایت سے بھی عقیقہ کی مشروعیت کے انکار یا اس کی کراہت پر دلالت نہیں ہوتی۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں نواسوں حضرات حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے عقیقے اپنی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی جانب سے خود کرنا پسند فرمائے تھے (جس کی تفصیل ان شاء اللہ آگے آئے گی)، چونکہ آپؐ نے ان حضرات کے عقیقے خود فرمائے تھے اس لیے مکرر عقیقے کی ضرورت باقی نہ رہی۔ پس آپؐ نے حکم فرمایا کہ: "ان کے عقیقے نہ کرو لیکن سر کے بال مونڈوا دو اور اس کے وزن کی مقدار میں چاندی صدقہ دو۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خود عقیقہ کرنا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے عقیقے خود کئے تھے، اس بات کی تائید میں بہت سی احادیث مروی ہیں، جن میں سے چند ذیل میں پیشِ خدمت ہیں:

۱۔ حضرت ایوب نے عکرمہ اور انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ:

"اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَقَّ عَنِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ كَبْشًا كَبْشًا" (سنن ابی داؤد ص۶۶)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات حسن و حسین رضی اللہ عنہما کا عقیقہ ایک ایک مینڈھے سے کیا"

۲۔ حضرت بریدہؓ روایت کرتے ہیں:

"اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَقَّ عَنِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ" (سنن نسائی، کتاب العقیقہ واسنادہ جید)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات حسن و حسین رضی اللہ عنہما کا عقیقہ کیا"

۳۔ جریر بن حازم نے قتادہ سے اور انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے:

"اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَقَّ عَنِ الْحَسَنِ وَالْحُسَیْنِ کَبْشَیْنِ۔" (سنن البیہقی ص ۲۹۹/۹)

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات حسن و حسین رضی اللہ عنہما کا عقیقہ دو مینڈھوں سے کیا۔"

۴۔ یحییٰ بن سعید نے عمرہ سے اور انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ:

"عَقَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ الْحَسَنِ وَالْحُسَیْنِ یَوْمَ السَّابِعِ۔" (مستدرک حاکم ص ۲۳۷/۴)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات حسن و حسین رضی اللہ عنہما کا عقیقہ ساتویں دن فرمایا۔"

کیا مذکّر کا عقیقہ مؤنث کے مثل ہے؟

تمام اہل علم وجمہور فقہاء و مجتہدین کے نزدیک متفقہ طور پر مؤنث اور مذکر دونوں پر عقیقہ کیا جانا یکساں طور پر مستحب سنّت ہے اور اس کی شرعی نوعیت میں مذکر و مؤنث کے درمیان کوئی فرق و امتیاز نہیں ہے۔ لیکن مؤنث و مذکر کی فضیلت و مراتب کے فرق کے اعتبار سے آیا مذکر و مؤنث دونوں پر ایک ایک بکری یا دونوں پر دو دو بکریاں یا ان میں سے کسی پر ایک اور کسی پر دو بکریاں ذبح کرنا مشروع ہے؟ اس سلسلہ میں فقہاء کی دو مختلف رائیں ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، اہل حدیث اور اہل علم حضرات کی ایک بڑی جماعت کا مسلک یہ ہے کہ مؤنث و مذکر کی فضیلت اور مراتب کے فرق کے اعتبار سے مذکر کے لیے دو بکریاں اور مؤنث کے لیے ایک بکری ذبح کرنا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ مثلاً:

۱۔ اُمّ کرز کعبیہ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیقہ کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا:

"عَنِ الْغُلَامِ شَاتَانِ وَعَنِ الْاُنْثٰی وَاحِدَۃٌ۔" (مسند احمد ص ۴۲۲/۶ و

(سنن الترمذی مع التحفہ ص۲۶۲ ج۲)

"لڑکے پر دو بکریاں اور لڑکی پر ایک بکری ہے۔"

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

۲۔ "اَمَرَنَا عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اَنْ نُّعِقَّ عَنِ الْغُلَامِ شَاتَیْنِ وَعَنِ الْجَارِیَةِ شَاةً" (سنن ابن ماجہ ص۲۸۱ ج۲ طبع مصر)

۳۔ "مَنْ وُّلِدَ لَهُ وَلَدٌ فَاَحَبَّ اَنْ یَّنْسُكَ عَنْهُ فَلْیَنْسُكْ عَنِ الْغُلَامِ شَاتَیْنِ وَعَنِ الْجَارِیَةِ شَاةً"

(سنن ابی داؤد سنن نسائی) وغیرہ

(اس مسلک کی تائید میں کچھ اور احادیث ان شاء اللہ تعالیٰ آگے "عقیقہ کا جانور کیسا ہو؟" کے زیر عنوان پیش کی جائیں گی)

اس مسلک کے برخلاف امام مالکؒ کا مذہب یہ ہے کہ مذکر اور مونث دونوں پر یکساں طور پر ایک ایک بکری ہی ذبح کرنا مسنون ہے، اور ان کے مابین عقیقہ میں فضیلت و مراتب کے فرق کا کوئی لحاظ نہیں کیا جائے گا۔ اس مسلک کی تائید میں امام مالکؒ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل یعنی حضرات حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے عقیقے والی مندرجہ ذیل روایات پیش کرتے ہیں:

۱۔ "عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَقَّ عَنِ الْحَسَنِ وَالْحُسَیْنِ كَبْشًا كَبْشًا"

(سنن ابی داؤد مع العون ص۶۶ ج۳)

۲۔ "ذَكَرَ جَرِیْرُ بْنُ حَازِمٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَقَّ عَنِ الْحَسَنِ وَالْحُسَیْنِ كَبْشَیْنِ" (مجمع الزوائد ص۵۸ ج۴)

۳۔ "رَوٰی جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِیْهِ اَنَّ فَاطِمَةَ ذَبَحَتْ عَنْ حَسَنٍ وَحُسَیْنٍ كَبْشًا كَبْشًا" (تحفۃ المودود ص۴۷)

"جعفر بن محمد نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے حضرات حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے عقیقہ پر ایک ایک بھیڑ ذبح کی۔"

۴۔ امام مالکؒ بیان کرتے ہیں:

"وَكَانَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَعُقُّ عَنِ الْغِلْمَانِ وَالْجَوَارِيْ مِنْ وَلَدِهٖ شَاةً شَاةً" (تحفۃ المودود ص۴۲)

"اور حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی اولاد میں سے لڑکے اور لڑکیوں کی طرف سے ایک ایک بکری کا عقیقہ کیا۔"

بیان کیا جاتا ہے کہ جب امام مالکؒ سے بعض لوگوں نے سوال کیا کہ لڑکے اور لڑکی پر کتنے جانور ذبح کیے جائیں؟ تو آپؒ نے فرمایا:

"يُذْبَحُ عَنِ الْغُلَامِ شَاةٌ وَاحِدَةٌ وَعَنِ الْجَارِيَةِ شَاةٌ۔"

محققین اور اہلِ علم حضرات اس سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ "اگر اللہ تعالیٰ استطاعت دے تو لڑکے پر دو جانور اور لڑکی پر ایک جانور ذبح کیا جائے۔ اگر لڑکے کے عقیقہ پر دو جانور ذبح کرنے کی استطاعت نہ ہو تو ایک جانور ذبح کرنا بھی جائز ہے۔ اسی طرح لڑکی کے عقیقہ پر ایک سے زیادہ جانور ذبح کرنے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے۔" واللہ اعلم بالصواب!

عقیقہ کرنے کا مستحب وقت

بچہ کی ولادت کے ساتویں دن عقیقہ کرنا افضل اور مسنون ہے۔ جیسا کہ حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مروی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعلِ مبارک سے ثابت ہے:

"كُلُّ غُلَامٍ رَهِيْنٌ بِعَقِيْقَتِهٖ تُذْبَحُ عَنْهُ يَوْمَ سَابِعِهٖ وَيُحْلَقُ وَيُسَمّٰى۔"

(سنن ابی داؤد و ترمذی والنسائی و ابن ماجہ وغیرہا عن سمرۃ بن جندبؓ)

نیز:

"عَقَّ..... رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ حَسَنٍ وَحُسَيْنٍ يَوْمَ السَّابِعِ وَسَمَّاهُمَا وَاَمَرَ اَنْ يُمَاطَ عَنْ رُؤُوْسِهِمَا الْاَذٰى۔"

(رواہ عبداللہ بن وہب عن عائشہؓ)

۱؎ تربیۃ الاولاد فی الاسلام تالیف استاذ عبداللہ ناصح علوان ص۹۴ مطبع دار السلام حلب

۲؎ حوالہ کے لیے ملاحظہ ہو سنن البیہقی ص۲۹۹/۹ وقال ہٰذا حدیث صحیح الاسناد ۔ (ادارہ)

مندرجہ بالا دونوں احادیث پچھلے صفحات میں گزر چکی ہیں، ان احادیث کی روشنی میں عقیقہ کے ذبیحہ کے لیے ولادت کا ساتواں دن بلا شک وشبہ مستحب قرار پاتا ہے لیکن بعض احادیث سے ثابت ہے کہ اگر ولادت کے ساتویں دن عقیقہ نہ کیا جا سکے تو چودھویں دن کیا جائے اور اگر چودھویں دن بھی نہ کیا جا سکے تو اکیسویں دن کیا جائے۔

حضرت بریدہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے عقیقہ کے بارے میں فرمایا:

"تُذْبَحُ لِسَبْعٍ وَلِأَرْبَعَ عَشَرَةَ وَلِإِحْدٰى وَعِشْرِيْنَ۔"

(سنن بیہقی ج ۹ ص ۳۰۳ واسنادہ ضعیف)

"ساتویں، چودھویں اور اکیسویں دن ذبح کیا جائے گا۔"

حضرت ام کرز اور ابو کرزؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عقیقہ کے متعلق فرمایا:

"...... وَلْيَكُنْ ذَالِكَ يَوْمَ السَّابِعِ فَإِنْ لَّمْ يَكُنْ فَفِيْ أَرْبَعَةَ عَشَرَ فَإِنْ لَّمْ يَكُنْ فَفِيْ إِحْدٰى وَعِشْرِيْنَ۔"

(مستدرک حاکم ج ۴ ص ۲۳۸-۲۳۹)

"یہ (عقیقہ) ساتویں دن ہونا چاہیے اور اگر نہ ہو سکے تو چودھویں دن اور پھر بھی نہ ہو سکے تو اکیسویں دن۔"

میمونیؒ کا قول ہے: "میں نے ابو عبداللہؒ سے سوال کیا کہ لڑکے پر عقیقہ کب کیا جاتا ہے؟" انہوں نے جواب دیا: "حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

"(فِيْ) سَبْعَةِ أَيَّامٍ وَّأَرْبَعَةَ عَشَرَ وَلِأَحَدٍ وَّعِشْرِيْنَ"،

یعنی "ساتویں دن، چودھویں دن اور اکیسویں دن۔"

صالح بن احمد فرماتے ہیں: "میں نے اپنے والد سے عقیقہ کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا:

"تُذْبَحُ يَوْمَ السَّابِعِ وَإِنْ لَّمْ يَفْعَلْ فَفِيْ أَرْبَعَةَ عَشَرَ فَإِنْ لَّمْ يَفْعَلْ فَفِيْ إِحْدٰى وَعِشْرِيْنَ"،

یعنی "ساتویں دن ذبح کیا جائے گا پس اگر ایسا نہ کر سکے تو چودھویں دن اور اگر

چودھویں دن بھی نہ کر سکے تو پھر اکیسویں دن۔"

دن کی اس تعیین کے سلسلہ میں محققین کی رائے ہے کہ "عقیقہ ساتویں دن کیئے جانے کی قید لزوم کے باب سے نہیں بلکہ استحباب کی وجہ سے ہے۔ پس اگر ساتویں دن کے بجائے چودھویں اور اکیسویں دن اور بعض کے نزدیک چوتھے، آٹھویں، دسویں یا اس کے بعد کبھی بھی کرے تو عقیقہ ہو جاتا ہے۔ چنانچہ امام مالکؒ فرماتے ہیں:

"وَالظَّاهِرُ أَنَّ التَّقَيُّدَ بِالْيَوْمِ السَّابِعِ إِنَّمَا هُوَ عَلَى وَجْهِ الْاِسْتِحْبَابِ وَإِلَّا فَلَوْ ذَبَحَ عَنْهُ الْيَوْمَ الرَّابِعَ أَوِ الثَّامِنَ أَوِ الْعَاشِرَ أَوْ مَا بَعْدَهُ أَجْزَأَتِ الْعَقِيقَةُ"[1]

"اور یہ ظاہر ہے کہ ساتویں دن کی قید محض استحباب کی وجہ سے ہے۔ اگر بچہ کی طرف سے چوتھے یا آٹھویں یا دسویں یا اس کے بعد کسی اور دن ذبیحہ کیا جائے تو بھی عقیقہ ہو جاتا ہے۔"

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اگر باپ اپنی اولاد کے ساتویں دن قدرت و استطاعت رکھتا ہو تو مستحب طریقہ پر اس کا عقیقہ کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سنت کو زندہ رکھے اور اس کی فضیلت و برکات نیز اللہ تعالیٰ کے اجر و ثواب سے بہرہ مند ہو۔ اگر کسی مجبوری کی وجہ سے ساتویں دن نہ کر سکتا ہو تو چودھویں دن کر لے، اگر ایسا بھی کرنا ممکن نہ ہو تو اکیسویں دن کر لے۔ اگر اکیسویں دن کی استطاعت بھی نہ ہو تو جب بھی اللہ تعالیٰ استطاعت بخشے، بلا تاخیر عقیقہ کر ڈالے "یُرِیْدُ اللّٰہُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ" (البقرۃ: ۱۸۵) اور "وَمَا جَعَلَ عَلَیْکُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ" (الحج: ۷۸) کا یہی تقاضا ہے۔ ایسی صورت میں نفسِ عقیقہ تو ہو جائے گا، لیکن ساتویں یا چودھویں، اور اکیسویں دن عقیقہ کرنے میں جو اجر و ثواب ہے وہ حاصل نہ ہو گا۔ بلکہ سید قاسم محمود صاحب تو یہاں تک لکھتے ہیں کہ "اگر والدین (عقیقہ) نہ دے سکیں تو بچہ جوان ہو کر خود کرے"[2]۔

(جاری ہے)

[1] تربیۃ الاولاد فی الاسلام تالیف استاذ شیخ عبد اللہ ناصح علوان ص ۹۳ طبع حلب

[2] شاہکار اسلامی انسائیکلوپیڈیا مرتبہ سید قاسم محمود ص ۱۰۸۲ طبع شاہکار فاؤنڈیشن۔